

یعنی ہم دوست کی خوشبو پر قناعت نہیں کر سکتے۔ یہ جنس ہم نے حضرت یعقوبؑ کے حوالے کر دی، جو پیراہن یوسفؑ کی خوشبو پر خوش ہوئے تھے۔ غالب کے اس شعر کا مدعا بھی یہی ہو سکتا ہے۔

دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ محبوب کا پیراہن جس عطر میں بسایا گیا ہے، وہ رقیب کا عطر ہے۔ گویا محبوب رقیب کے گھر گیا اور وہاں اس کے پیراہن کو عطر لگا دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ عاشق کو یہ عطر اور یہ خوشبو کبھی پسند نہیں آ سکتی۔ صبا کا خاصہ ہی یہ ہے کہ خوشبو اپنے دامن میں سمیٹ کر جا بجا بکھیرتی رہتی ہے۔ شاعر نے اس کے دور و سیر کو آوارگی سے تعبیر کیا، جو بظاہر اک گونہ حقارت آمیز تعبیر ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ محبوب کے لباس کو جو عطر لگایا گیا، وہ عاشق کے لیے انتہائی ناپسندیدگی کا باعث تھا۔

## ۸۔ لغات۔ انا البحر : میں سمندر ہوں۔

**شرح :** ہر قطرے کا دل انا البحر کا ساز بنا ہوا ہے، یعنی ہر قطرے کے اندر سے صدا اٹھ رہی ہے کہ میں سمندر ہوں، مجھے حقیر چیز نہ سمجھنا چاہیے۔ اسی طرح ہماری انفرادی ہستی کو بھی معمولی نہ جانو، ہماری عظمت کا اندازہ یوں ہو سکتا ہے کہ جزو ہونے کے باوجود ہم جس کُل سے تعلق رکھتے ہیں، اس کی عظمت پوری کائنات پر چھائی ہوئی ہے۔ گویا قطرے کو جو نسبت سمندر سے ہے، وہی نسبت ہر وجود کو اس کے مبدئ سے ہے۔

## ۹۔ لغات۔ محابا : خوف۔

**خوشنہا :** خون کی قیمت۔ زمانہ قدیم میں دستور تھا کہ قاتل مقتول کے وارثوں کو خون کی رقم ادا کر دیتا تھا۔ اسے فدیہ بھی کہتے ہیں۔

**شرح :** اے محبوب! تجھے خوف کس بات کا ہے؟ آنکھ اٹھا کر میری طرف دیکھ۔ میں ذمہ دار ہوں کہ تجھ سے کوئی باز پرس نہ ہوگی۔ بھلا یہ تو سوچ، زیادہ دوست کے شہیدوں کا بھی کوئی خوشنہا ہوتا ہے؟